(ٹریکٹ نمبر ۵)

مُسلمان کیا کریں۔؟

از

عالی جناب مُفکّرِ احرار چودھری افضل حقؒ صاحب

(منقول از سہ روزہ "مدینہ" بجنور)

ناشر

مجلس احرار اسلام، اجمیر شریف

(مطبوعہ کلیمی پریس، اجمیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

ہم اخبار "مدینہ" بجنور سے یہ مضمون نقل کرا کے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ ناظرین کرام ٹھنڈے دل سے غور کر کے اپنے لیے اس مفید مشورہ کو لائحہ عمل بنائیں گے اور مقامی مجلس احرار سے تعاون کر کے اس کی طاقت بڑھائیں گے۔

ہماری مجلسِ احرار۔ ملکی و مذہبی خدمات میں انشاء اللہ کسی دوسری جماعت سے پیچھے نہ رہے گی۔ اس کی گزشتہ زندگی آپ کے سامنے ہے اور اب ہماری مجلس کے نوجوان و پرجوش کارکن مولوی محمد عبدالشاہد خاں صاحب شروانی کی فلسطین کے متعلق تقریر کرنے کے سلسلہ میں ۱۵ ردسمبر ۱۹۳۸ء کو گرفتاری اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، کاش! مسلمان "دوست اور دشمن" کو پہچانیں۔

سیکرٹری مجلسِ احرار اسلام
اجمیر شریف
۱۹۳۹ء

۱— "مدینہ" نے ایک حل شدہ سُوال کو نئے عنوان سے اٹھایا ہے۔ تحریکِ خلافت میں اسلامیانِ ہند کے علم وعمل کی ساری قوتیں مجتمع ہوگئی تھیں۔ کیا اُس وقت اس سوال کو حل نہ کر دیا گیا تھا؟ انگریز سے "ترک تعاون اور ابنائے وطن سے مُوالات"۔ پس ہماری حکمتِ عملی کا یہی مرکزی نقطہ تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک انگریز اور ہندو کی خُو بُو میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، ہندو پہلے بھی ایسا ہی تنگ دل تھا اسی طرح انگریز بھی پہلے کی طرح اسلام کا دشمن ہے۔ اس لیے بحث کی بنیاد میں فرق نہیں آیا، بلکہ حالات میں فرق آیا ہے چنانچہ ماحول کے مطابق اپنے پروگرام میں جزئی تبدیلی کرنی چاہیے۔

۲— ہندو اکثریت قدرۃً اپنے اقتدار کے گھمنڈ میں آگئی ہے۔ وہ کانگریس پر قابض ہے اور رہے گی۔ ہماری کوئی کوشش اس حقیقت کو بدل نہیں سکتی۔ اس دلیل پر پہنچ کر علم و عمل کے دو منطقی راستے سامنے آتے ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مخالف سمت میں جاتے ہیں، کچھ مسلمان یوں سوچتے ہیں کہ "اگرچہ مستقل اقلیت میں ہیں لیکن ہندوؤں کے سیاسی گروہوں اور اقتصادی رجحانات سے فائدہ اٹھا کر ملکی سیاسیات میں نمایاں مقام حاصل کر سکتے ہیں، یا بہ شکل دیگر مسلم اقلیت کثیر تعداد میں کانگریس میں شامل ہو کر ہندوؤں کی غاصبانہ ذہنیت کو انصاف پسندی پر مجبور کر سکتی ہے"۔ اس کے علاوہ کچھ مسلمان یوں قیاس کرتے ہیں کہ "جب آئینی جماعتوں میں تعداد ہی سب سے قوی اور فیصلہ کن دلیل ہے اور جب پچیس ۲۵، پچھتر ۷۵ سے کم ہے تو کسی آئینی جماعت میں

(جیسی کہ کانگریس ہے) پچیس ۲۵ فیصدی مسلمان پچھتر ۷۵ فیصدی ہندوؤں میں شامل ہو کر وقت ضائع کیوں کریں ؛ جب عَدَدی اکثریّت کے خلاف کوئی دلیل ہمارے پاس نہیں تو انصاف حاصل کرنے کے لیے کانگریس کے پاس جانا سیاسی تاریکی میں موہوم امید پر مُتہوّرانہ طور پر چھلانگ لگانا ہے۔ دوسری طرف لیگ ہے جو گو بظاہر "آزادیٔ کامل" کو اپنا نصب العین بتاتی ہے مگر عملاً اس بلندی سے لڑکھڑا کر انگریز کی آغوش میں آ جانا چاہتی ہے اور انگریزی فوج کے لیے بھرتی کو مُستحسن قرار دیتی ہے۔ ایک وقت "شوق کی بلندی"، پاکستان کے خواب دکھاتی ہے اور دوسرے وقت "ہمّت کی پستی" مولانا ظفر علی خاں کی طرح صاف کہہ دیتی ہے کہ " انگریز کے تعاون پر قناعت بہتر ہے" تاہم لیگ کی پوزیشن قول و عمل کے اعتبار سے کتنی ہی مضحکہ خیز ہو ؛ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ہندو کی عَدَدی اکثریّت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قدرتاً مسلمان یہی سمجھتا ہے کہ لیگ کے خدشات درست اور صحیح ہیں۔ یہ ایک سچّائی ہے اور ہمیں چاہیے کہ جو کچھ بھی سوچیں اس سچائی کو سامنے رکھ کر سوچیں۔ دنیا کے ہر گوشے میں اقلیّتیں اس طرح مُتردّد و متشکّک ہوتی ہیں، خصوصاً وہ اقلیّت جو ہندی مسلمان کی طرح سرمایہ سے بھی ایک حد تک محروم ہو اس کا سیاسی اعتبار سے خُصوصیّت کے ساتھ متفکّر ہونا بالکل فطری امر ہے۔ لیکن کانگریسی مسلمان جو عقلی طور پر برسرِ حق ہیں، قوم کے قدرتی خدشات کو نظر انداز کر کے چاہتے ہیں کہ کانگریس کے سرمایہ دارانہ بھیڑ بھڑکّے میں غریب مسلمان گھُسٹ پھسٹ کر کام کریں۔ جہاں میں لیگ میں عملی افلاس پاتا ہوں وہاں کانگریسی مسلمان کو بھی اندھا دھند چلنے والا کہتا ہوں وہ موٹر پر سوار اور یہ سمجھتا ہے کہ ہوائی جہاز۔۔۔ چلا رہا ہوں۔ راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں بے شک اس کی منزلِ مقصود واضح ہے۔ لیکن راستے میں پہاڑ اور دریا حائل ہیں۔ ہوشیار انجینئر کا فرض ہے کہ نشیب و فراز پر نگاہ رکھے۔ خواہ پُر پیچ راہوں سے منزلِ مقصود تک پہنچے مگر کسی اندھے کنوئیں اور گہرے غار میں نہ گرے، کانگریسی مسلمان اُصولی طور پر سچ کہتا

ہے کہ آؤ کانگریس کی مشترکہ تنظیم میں شامل ہو کر اپنی خدمت اور قربانی کے مطابق نمایاں ہونے کی سعی کریں۔ لیکن وہ غریب قوم کی مشکلات پر غور نہیں کرتا، وہ اس چیز کو بالکل بھول جاتا ہے کہ کانگریس کا سرمایہ دارانہ نظام اپنی تنگ دلی و تنگ نظری کا اتنا مظاہرہ کرتا ہے کہ عملاً کانگریس کے دروازہ پر "مسلمان کو اندر آنے کی اجازت نہیں" کا بورڈ لگا ہوا ہے۔

۳ــــ اس کا نتیجہ یہ ہے سرمایہ دار مسلمان تو لیگ کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر انگریز کے دامن میں پناہ چاہتے ہیں۔ رہ گیا غریب مسلمان سو وہ حیرت سے کھڑا چیزوں کو دیکھتا رہتا ہے اور کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ کیا کرنا چاہیئے؟ ہندو سرمایہ دار بڑی بڑی رقومات خرچ کر کے ہندو عوام کو کانگریس میں شامل کر کے خود کانگریس کے عہدوں پر شامل ہو جاتا ہے۔ مجھے اس سلسلہ میں اپنا تجربہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ بحث کو بند کرنے کے لیئے "گاندھی جی" کے گذشتہ مضامین کا حوالہ کافی ہے کہ کس طرح کانگریس کی ممبری پر انفرادی سرمایہ خرچ ہوتا ہے۔ جب ایک ہندو سرمایہ دار پانچ ہزار روپیہ خرچ کر کے بیس ہزار ممبروں کو خرید سکتا ہے تو قیاس کرو کہ غریب مسلمان کارکن کتنی محنت اور کتنے عرصے میں ایک ہزار ممبر بنا سکے گا؟ اس لیے میں کانگریسی مسلمانوں کی بے کسی کو سمجھتا ہوں۔ جب وہ مسلمانوں کو کانگریس میں داخلے کے لیے پکارتا ہے لیکن اس سرمایہ دارانہ نظام میں مفلس مسلمانوں کے داخلہ کی مجبوریوں پر غور کر کے اس کا مداوا ڈھونڈنا اس کے امکان سے باہر ہوتا ہے۔

۴ــــ سچ تو یہ ہے کہ کانگریس نے اپنے مسلمان ہمدردوں کو کرکٹ کے کھیل کے لیئے ٹینس کا ریکٹ دے کر کھڑا کر دیا ہے۔ میں کانگریس کی مسلم ماس کنٹیکٹ تحریک کو ز یلکارانہ نہیں بلکہ "طفلانہ سمجھتا ہوں" ماس کنٹیکٹ" کے کارکنوں کو "بغیر جال اور کانٹے کے مچھلیاں پکڑنے" کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ وہ علاقوں میں بڑی محنت کر کے پانچ ہزار مسلمان ممبر مہیا کرتے ہیں لیکن کانگریس کے ہندو سرمایہ دار گھر بیٹھے ہی روپیہ خرچ کر کے اس عرصہ میں اس سے دُگنے تگنے ہندو ممبر بنا لیتے ہیں۔ اس حالت میں "چند فیصدی مسلمانوں کی

صدائے طوطی" کانگریس کے نقارخانہ" میں کون سنے گا؟ کسی کانگریسی نے خاص کرم فرمائی کی تو ایک آدھ مسلمان کو عہدہ دے دیا ورنہ "کھدر کا تھیلا" ہاتھ میں لٹکا کر مسلمان ورکر کے لیے سارا سال اِدھر اُدھر بیکار گھومنے کے سوا کیا چارہ ہے ؟

۵ — اُصولی اور عقلی اعتبار سے کانگریسی مسلمان کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ بلاشبہ یہ بالکل صحیح ہے کہ وہ مشترکہ سیاسی ذہن جو ملکی آزادی اور اقتصادی ترقی کا کفیل ہو بغیر مشترکہ تنظیم کے ناممکن ہے۔ کانگریسی مسلمان جب ملت کو اس طرف بلاتا ہے تو لیگی مسلمان "علم ہندسہ" لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ "اُقلیدس" اور "الجبرا" کے تمام قاعدوں کی رو سے سمجھتا ہے کہ "کانگریس کا راستہ" "تاریک غار" کی طرف جاتا ہے۔ وہ جذبات کی چنگاریوں کو اخبارات کی مدد سے ہوا دیتا ہے۔ مسلمان اپنے آپ کو عددی اقلیت میں پاکر قدرتی طور پر اُدھر متوجہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے پاس کوئی تعمیری پروگرام نہیں کیونکہ اس کا فلسفۂ زندگی ایک مایوس انسان کی وحشت ناک چیخ" سے زیادہ کچھ نہیں جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اوروں کو بھی مایوس اور مغموم بنا دے؟ مسلمانوں کی سیاست ان دو بحثوں میں الجھی ہوئی ہے۔ ایک کے بانی کانگریسی اصحاب" ہیں اور دوسرے کے اربابِ مسلم لیگ۔ لیکن چھوٹی چھوٹی الجھنوں سے الگ رہ کر جو پالیسی "تحریکِ خلافت" میں اسلام کے اعلیٰ مقصد کو پیش نظر رکھ کر وضع کی گئی تھی ہمارے خیال میں وہی بہترین پالیسی ہے۔ علماء اور احرار اسی سیاسی مسلک پر گامزن ہیں یعنی انگریز سے "ٹکراؤ"۔ ایثار وطن سے موالات۔ جب چھوٹی لڑائیوں سے نظر ہٹا کر "اسلام اور وطن" کے بلند مقصد پر غور کرو گے تو باوجود ہندو کی کمزوریوں کے عقل اُنہی سے نباہ کرنے کو کہے گی۔

۶ — "تحریکِ خلافت" خلیفہ کی معزولی سے مٹ گئی لیکن احرار اور علماء اسی روح عمل کے قائم مقام ہیں۔ اُن کی مومنانہ فراست الگ تنظیم کی ہی قائل ہے تاکہ اقلیت کے قدرتی خدشات کا بھی ازالہ ہو اور اگر اکثریت "دھکا شاہی" پر اتر آئے تو مقابلہ میں

ایک "مستحکم عسکری نظام" بھی حفاظت کے لیے قائم رہے، لیکن اَحرار اور علمآء کے "عملِ جدہ نظام" کا مقصد ہندو مسلمان کے اختلاف کو وسیع کرنا نہیں بلکہ دو قوموں کو قریب لانا ہے تاکہ وطن انگریز کے پنجہ سے آزاد ہو اور "ہمارا ایک اسلامی" کی گلوخلاصی میں آسانیاں بہم پہنچیں۔ اس لیے اَحرار اور علمآء باوجود کانگریس کی کمزوریوں کے اس کو فنا کر دینے کے حامی نہیں۔ پس مسلمان کے لیے یہی راہِ عمل ہے کہ وہ ایسا اُسلوب اختیار کرے کہ جس سے حتی الامکان ملک کی مشترکہ تنظیم کو مدد پہنچے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو اس طرح مضبوط کرتے چلے جائیں کہ "رجعت پسندی" قوم میں پرورش نہ پا سکے اور نہ ہندو اکثریت کا انہیں خوف دلایا جا سکے۔ خیال کی صحت سے عمل اُستوار ہو گا۔ بودی بنیاد پر عمدہ عمارت کھڑی نہیں کی جا سکتی۔ کانگریسی مسلمانوں کا "اصول" ٹھیک ہے لیکن "عمل" میں مشکلات ہیں۔ عملی مشکلات کو رفع کرنے کے لیے "مجلس احرار" ہے جس کے "پشتی بان" علمآء ہیں۔ اس بحث میں علمآء اور اَحرار کو الگ کرنا واقعات کو غلط رنگ دینا ہے۔ "مجلسِ احرار" اور "جمعیۃ علمآءِ ہند" کے گہرے اشتراکِ عمل پر اِصرار کیا جانا چاہیے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جماعتیں صرف اصطلاحی طور سے الگ ہیں ورنہ حقیقت میں یہ دونوں جماعتیں ایک ہی جذبۂ صادقہ سے پرورش پا رہی ہیں اور وہ جذبہ ملک کی بہتری اور اسلام کی بہبودی کا جذبہ ہے۔

۷۔۔۔ لیگ کے حامی حضرات علمآء اور اَحرار کے "ایثار" کو تو مجبوراً تسلیم کرتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ "لیگ کے نظام کی وسعت کے مقابلہ میں اَحرار اور علمآء کا دامن تنگ ہے"۔ حالانکہ لیگ کیسی "نظام" کا نام نہیں ہے بلکہ ایک "تخیّل" کا نام ہے جو چند افراد کی قوّتِ واہمہ کی تخلیق ہے لیگی بہت ہیں، لیکن لیگ کہیں نہیں ہے جماعتیں ایثار سے بنتی ہیں اور اسی دولت سے اربابِ لیگ محروم ہیں۔ جب اُن میں "ایثار" آجائے گا تو "اَحرار" بن جائیں گے۔ سارا جھگڑا عمل اور بے عملی کا ہے۔

جیل جاکر ہر ایک کو ہوش آجاتا ہے کہ "وطن کی آزادی" سب سے اہم فرض ہے اور "انگریز کی کمزوری" میں "اسلام کی سیاسی قوّت کا راز" مضمر ہے جنھیں یہ سمجھ ہے وہی "احرار کی فوج کے سپاہی" اور "علماء کے عقیدت مند" ہیں۔ یوں کہنے کو کہو تو میں تسلیم کر لیتا ہوں کہ ہر "بے عمل مسلمان وکیل کا گھر" اور "سرکاری ملازم" اور "سرمایہ دار کا بنگلا" "مسلم لیگ کا دفتر" ہے۔ لیکن ہم اس قسم کی عارضی تحریکات اور امن کے عارضی ہنگاموں کو اہمیّت نہیں دیتے۔ مسلمان "بگولے" کی طرح اٹھتا ہے اور "غبار" کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ وہ "موسمی میوہ" سمجھ کر ہر "نئی تحریک" کی طرف رغبت کرتا ہے پھر جلد ہی دانت کھٹے ہو جاتے ہیں اور وہ اکتا کر اس میوہ کو پھینک دیتا ہے۔ "ڈاکٹر کچلو" کی تنظیم اٹھی" ہاتھیوں پر جلوس" نکلے اسلامی ہند میں ہیجان پیدا ہو گیا، اسی کے کھنڈرات پر "قریشی" صاحب نے "سیرت" کی عمارت تیار کی۔ لوگوں نے اسی کو جائے پناہ سمجھا پھر سیّد غلام بھیک نیرنگ نے "تبلیغ" کا عَلَم بلند کیا لوگوں نے اسی کے سایہ میں سمٹ آنے کی سعی کی۔ کیا یاد نہیں کہ مسلم کانفرنس نے کتنی اہمیّت حاصل کر لی تھی؟ وہ اہمیّت تو ابھی لیگ نے اختیار نہیں کی؟ اس بیچاری کا تو آرمی بل نے کب کا جنازہ نکال دیا اور جو رہا سہا وقار رہ گیا تھا وہ مس جناح "بطور جہیز" کے ساتھ لے گئی۔ رہ گئی "کانگریس"، سو میں کہتا ہوں کہ وہ شوق سے اپنے دروازے بند رکھے۔ ہم اپنی تعمیر اور تنظیم کے لیے کانگریس کی توجّہ کے ایسے محتاج نہیں کہ کانگریس لیگ کو تسلیم کرے تو مسلمان زندہ ہے ورنہ اسلام خطرہ میں ہے؟ "مجلس احرار" شمالی ہند میں "مضبوط ترین جماعت" ہے۔ ایثار اور قربانی کے لحاظ سے کوئی "اسلامی جماعت" احرار اور "جمعیۃ علماء" کے پاسنگ نہیں ہے اس لیے وقت کی پکار یہی ہے کہ جمعیۃ علماء اور احرار جو آئندہ ایک جماعت کے طور پر کام کرنے کا عہد کر رہے ہیں اس کو مسلمانوں کے لیے "فال نیک" سمجھا جائے، میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ خدا را" لیگ کے امیروں"، "انگریز کے سیاسی ایجنٹوں" اور اُس کے "فوجی افسروں" کے ساتھ رہ کر قوم کو انگریز

کے قدموں میں ڈال دینے میں ممد و معاون بننے کی بجائے ایثار پیشہ احرار اور علماء کے ساتھ مل کر دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کانگریس کے اندر ہو یا باہر لیکن یہ حقیقت فراموش نہ کرو کہ "برطانوی ملوکیت کا قصرِ رفیع" "اسلامی سلطنتوں کے کھنڈرات پر تعمیر ہوا ہے۔ ہمیں کانگریس سے چھوٹی لڑائیاں لڑنے کے بجائے اندر داخل ہو کر یا باہر رہ کر "برٹش امپیریلزم" کے خلاف محاذ کو مضبوط کرنا ہے۔ جوں جوں یہ محاذ مضبوط ہوگا اُسی قدر انگریز کی گرفت اسلامی ممالک پر ڈھیلی ہوگی۔ جنھیں یہ خوف ہے کہ کانگریس مضبوط ہو رہی ہے وہ بھی غور کریں کہ اسی تناسب سے "انگریزی جبروت سے خائف دنیائے اسلام" بھی "آزادی کا سانس" لے رہی ہے۔ ہندو ضرور بعض جزئی فوائد حاصل کر رہا ہے، کرنے دو؟ اِن جزئی فوائد کے مقابلہ میں دیکھو تو سہی ہندوستان کی سرحدوں کے قریب کیا ہو رہا ہے؟ دنیا کا مسلمان نہ صرف بدل رہا ہے بلکہ لاہور سے اُسترا خان تک ایک ہی جذبہ سے سرشار ہے۔ "پاکستان کی فضول بحث میں، نہ پڑو، انگریز سے گلو خلاصی کراؤ۔ جو قوم ہندوستان کا فوجی دروازہ روکے کھڑی ہے اسے کوئی خطرہ نہیں پنجاب، سندھ، سرحد اور کشمیر جہاں مسلمان کی بے پناہ اکثریت ہے، ہندوستان کی سیاست میں ناقابلِ انکار اہمیت کے مقام ہیں۔ ہندو آزادی کی طرف جتنے قدم بڑھے گا اُسے مسلمانوں کو زیادہ مطمئن کرنا پڑے گا، غیر مطمئن مسلمان اُسے قدرتی خطرات میں دھکیلنے کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ کسی خوف کی بناء پر انگریز کی قوت کا ساتھی نہ ہو اور اُس اسلامی تنظیم میں شامل ہونے کی کوشش کرے جو ایثار اور قربانی کی بناء پر قائم ہے جس کی محض زبان پر تہذیب اور تمدن کا نام نہیں، بلکہ جو دل سے اسلام کی فوقیت کی قائل اور شریعت پر عامل ہے وہ "احرار اور علماء" کی "اسلامی تنظیم" ہے یہ سچ ہے کہ "احرار اور علماء" کے پاس نشر و اشاعت کے سامان مہیا نہیں، لیکن کیا محض اس عذر کی بناء پر ایثار و قربانی کو سرمایہ کے تابع کر دیا جائے؟ اور "احرار اور

علماءؔ" کو آج اسی سرمایہ کا تابع کرنے کے لیے لیگ میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے؟ حالانکہ حق یہ ہے کہ سرمایہ دار کو "خلوص کی تابعداری" کے لیے بلایا جائے اور کہہ دیا جائے کہ جو احرار اور علماءؔ کے ساتھ نہیں وہ حق و انصاف کا ساتھی نہیں ۔ ۔ ۔ لیگ اور احرار کا مختلف نظام" دراصل "خلوص اور سرمایہ کا جھگڑا" ہے ۔ جو لوگ احرار اور علماءؔ کو چھوڑ کر مسلمانوں کو لیگ کی طرف بلا رہے ہیں وہ "علم اور اخلاص" کو چھوڑ کر "سرمایہ کے سنہرے جال" میں دانستہ پھنسے ہوئے ہیں لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا "خلوص کربلاؔ" میں ذبح ہونا قبول کرے گا؛ "لیکن" سرمایہ کی اطاعت قبول نہیں کرے گا"!

۸ ۔ پس اس واضح سوال کے جواب میں میرا واضح جواب یہ ہے کہ مسلمان ہر حال میں احرار کی تنظیم میں شامل ہوں تاکہ اقلیت کو کوئی امکانی خطرہ نہ رہے" مگر کانگریس کے خلاف محاذ نہ بنائیں بلکہ اچھی دلیلیں دے کر اس سے یہ مطالبات منوائیں ۔

١ ۔ "کراچی ریزولیوشن کی روشنی میں مسلمانوں کے پرسنل لاء کا بذریعہ قانون کے تحفظ"۔

٢ ۔ "ایسی فیڈریشن میں جس میں ریاستیں شامل ہوں مسلمانوں کے تناسب کو قائم رکھنا"۔

٣ ۔ "موجودہ کانگریسی نظام میں سرمایہ کا عنصر ختم کرنا اور آئندہ نظامِ حکومت میں سرمایہ داری کے نظام کی بنیادوں کو بدلنا"۔

٤ ۔ آئندہ نظامِ حکومت میں خارجہ حکمتِ عملی کو اسلامی سیاست کا زیادہ ہمدرد بنانا"۔

۹ ۔ اس کے علاوہ اور بہت سی ضمنی شکایات پیدا ہو سکتی ہیں اور وہ جزئی توجہ سے رفع بھی ہو سکتی ہیں ۔ احرار کے سوا ہر طبقہ کے مسلمان کے دل میں یہی الجھن ہے کہ "مسلمان کیا کریں"؟ میری مختصر درخواست ہے کہ کانگریس میں مسلمانوں کے ادغامِ

کلی اور مسلم لیگ سے اجتناب کلی" دو انتہائی نظریوں کے درمیان مجلسِ احرار ایک "اعتدال کی راہ" ہے۔ ہم اِن شرائط کے ساتھ "مشترکہ سیاسی تنظیم" کے قائل ہیں لیکن "مشترک تہذیب" کی کوشش اور کاوش ناپسند ہے۔ اب معترض فوراً بے تاب ہو کر پوچھے گا کہ "اگر کانگریس احرار کے مذکورہ شرائط سے اتفاق نہ کرے تو کیا احرار کو لیگ کا طرزِ عمل اختیار کرنا پڑے گا"؟ میں جواب دوں گا کہ "نہیں"۔ اوّلاً تو یہ مطالبات موجودہ آئین کی اِس بنیاد پر قائم کیے گئے ہیں جو متفق علیہ ہے۔ کراچی کانگریس کے ریزولیوشن میں مسلمانوں کے "پرسنل لاء" کی حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے۔ "قاضیوں کا تقرر" اس لفظی قرارداد کی عملی شکل ہے۔ پھر ہم کسی اور قوم کے لیے ایسے تحفّظ کے خلاف نہیں ہیں کہ کوئی ہم پر اعتراض کر سکے۔ مرکزی اسمبلی میں بر روئے آئین ایک تہائی ممبر مسلمان ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی صورت میں اس بنیاد کو نہ بدلا جائے۔ یہ مطالبات درحقیقت مطالبات نہیں بلکہ متفقہ طور پر تسلیم شدہ اُصولوں کی توضیح و تشریح ہے لیکن صرف ان ہی مطالبات کی بحث کا کیا ذکر؟ اور بھی بیسیوں اُلجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان کے حل کے لیے مسلم اقلیت کو احرارِ اسلام کے عسکری نظام کی ضرورت ہے، جو نہ صرف کانگریس کے "مطالبۂ آزادی" میں مُمِدّ و مُعاوِن ہو بلکہ مشترکہ سیاسی تنظیم میں شامل ہو کر قربانی اور ایثار میں سب قوموں کی سرداری کرے اور اپنے مقام پر اپنے نظام کی خوبی کے باعث مطمئن ہو کر اس کی ہستی کو کوئی خطرہ نہیں۔

۱۰۔ راقم الحروف کو یہ یقین ہے کہ ایک "عالم گیر جنگ" کے بعد ہندوستان کی سیاسیات کی کایا پلٹ ہو جائے گی اور زیادہ سے زیادہ دس برس کے اندر کانگریس مسلمانوں کی آزاد سلطنتوں کے قرب کے باعث نہ صرف مسلمانوں کو ہر قسم کی رعایت دے گی۔ بلکہ خود ہندو مسلمانوں سے تحفّظ کا یقین چاہے گا۔ "لاہور" سے "اشترا خان" تک ننانوے ۹۹٪ فیصدی اسلامی آبادی سے مہاسبھا کی مہربانی کے باعث ہندو

اُسی طرح خائف ہو جائے گا جس طرح آج لیگ کی خاص توجّہ سے لاہور سے لنکا تک پچھتر ۷۵٪ فیصدی ہندو آبادی سے مسلمان لرزہ براندام ہے۔ شاید اس سے بھی کم مدّت کے عرصہ میں سندھ، سرحد، کشمیر، بلوچستان اور پنجاب کے مسلمان لیڈروں کو گلے پھاڑ کر اہلِ وطن کو یقین دلانا پڑے کہ "خدا کے فضل سے ہماری نیتوں میں کوئی فساد نہیں"۔ احرار کی علیٰحدہ تنظیم اُس وقت تک کے لیے لازمی اور لابدی ہے جب تک مسلمان بے ضرورت خطرہ محسوس کر کے خواب پریشان میں مبتلا ہے اور مفت خور مشورہ دینے والے امیروں کے پھندے میں پھنسا ہوا ہے۔!